سورۃ الطارق

آیاتھا ۱۷ — ۸۶ سورۃ الطارق مکیۃ ۳۶ — رکوعھا ۱

یہ سورت مکی ہے۔ اس کی ستائیس آیات ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾

''قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی اور آپ کو کیا معلوم یہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ ایک تارا نہایت تاباں''۔

یہاں دو قسمیں ہیں السَّمَآءِ ایک قسم ہے اور الطَّارِقِ دوسری قسم ہے الطَّارِقِ سے مراد ستارہ ہے اللہ تعالیٰ نے وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ میں اس کی وضاحت کی۔ اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ زحل ستارہ ہے یہ ایسا ستارہ ہے جو ساتویں آسمان میں ہوتا ہے(1) اس کا ذکر محمد بن حسن (2) نے اپنی تفسیر میں کیا ہے اور اس کے بارے میں کئی روایات ذکر کیں اللہ تعالیٰ ہی اس کی صحت کے بارے میں زیادہ آگاہ ہے۔

ابن زید نے کہا: اس سے مراد ثریا ہے ان سے یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد زحل ہے؛ یہ فراء کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد جدی ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت علی شیر خدا اور فراء سے مروی ہے کہ نجم ثاقب سے مراد ساتویں آسمان میں ایک ستارہ ہے اس ساتویں آسمان میں اس ستارے کے سوا کوئی ستارہ نہیں جب ستارے آسمان میں اپنی اپنی جگہ لے لیتے ہیں تو یہ ان کے ساتھ نیچے آتا ہے اور ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر ساتویں آسمان کی طرف لوٹ جاتا ہے یہ زحل ستارہ ہے یہ نیچے آتا ہے تو طارق ہوتا ہے جب اوپر جاتا ہے تب زحل ہوتا ہے۔ فراء نے کہا: ثقب الطائر جب پرندہ بلند ہو۔ ابو طالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک ستارہ نیچے آیا اس نے زمین کو نور سے بھر دیا ابو طالب گھبرا گئے تو یہ آیت نازل ہوئی وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی روایت کی ہے: قسم ہے آسمان کی اور اس کی جو اس میں داخل ہے۔ حضرت ابن عباس اور عطا سے یہ مروی ہے: الثَّاقِبُ سے مراد وہ ستارہ ہے جو شیاطین کو مارا جاتا ہے۔ قتادہ نے کہا: یہ تمام ستاروں میں عام ہے کیونکہ اس کا طلوع رات کے وقت ہوتا ہے اور جو تیرے پاس رات کے وقت آئے وہ طارق ہے۔ شاعر نے کہا:

أَلَم تَرِيانِي كُلَّما جِئتُ طارِقاً وَجَدتُ بِها طِيباً وَإِن لَم تَطَيَّبِ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 246

2۔ شاید اس سے مراد ابو بکر عطار د ہے جن کا نام محمد بن حسین بن مقسم ہے۔

کیا تم دونوں نے مجھے نہیں دیکھا میں جب بھی رات کے وقت اس کے پاس آیا تو اس کے ہاں خوشبو پائی اگرچہ اس نے خوشبو نہیں لگائی تھی۔

طارق سے مراد ستارہ ہے۔ یہ اسم جنس ہے۔ اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ یہ رات کے وقت ظاہر ہوتا ہے اس معنی میں حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع کیا کہ مسافر رات کے وقت گھر آئے تا کہ عورت اپنے بال صاف کر لے اور بالوں میں کنگھی کر لے۔ عرب ہر ایسے قاصد کو طارق کہتے ہیں جو رات کے وقت آتا ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: طارق فلان یہ اس وقت کہتے ہیں جب وہ رات کے وقت آئے۔ اس کا باب یوں چلتا ہے طرق یطرق طروقا فھو طارق۔

ابن رومی نے کہا:

يا راقدَ الليل مسرورا بأوّله إنّ الحوادث قد يطرُقن أسحارا

اے رات کے وقت سونے والے اس کے پہلے حصہ پر خوش ہونے والے بے شک حوادثات بعض اوقات سحری کے وقت آجاتے ہیں۔

لا تفرحَنّ بليل طاب أوّله فرب آخر ليل أجّج النارا

اس رات پر خوش نہ ہو جس کا پہلا حصہ اچھا ہو بعض راتوں کے آخر آگ کو بھڑکا دیتے ہیں۔

صحاح میں طارق سے مراد ایسا ستارہ ہے جسے صبح کا ستارہ کہتے ہیں؛ اسی معنی میں ہند کا شعر ہے:

نحنُ بناتِ طارقٍ نمشي على النمارقِ

ہم اس کی بیٹیاں ہیں جو شرف میں ستارے کی مانند ہے اور ہم عمدہ قالینوں پر چلتی ہیں۔

ماوردی نے کہا: طرق کا اصل معنی کھٹکھٹانا ہے(1) اس معنی میں مطرقہ ہے۔ رات کے وقت آنے والے کو طارق کہتے ہیں کیونکہ جب وہ پہنچتا ہے تو اسے کھٹکھٹانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک قوم نے کہا: یہ تو کبھی دن کے وقت بھی ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: أتيتك اليوم طرقتين میں تیرے پاس آج دو دفعہ آیا۔ اس معنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: أعوذ بك من شرّ طوارقِ الليل والنهار إلا طارقا يطرق بخير يا رحمٰن (2) میں رات اور دن کے وقت آنے والوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں مگر ایسے آنے والے سے جو بھلائی لائے اے رحمٰن۔ جریر نے طروق کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

طرَقتْك صائدةُ القلوب وليس ذا حين الزيارة فارجعي بسلامِ

دلوں کو شکار کرنے والی تیرے پاس آئی جبکہ وہ زیارت کے وقت نہیں تھا پس تو سلامتی کے ساتھ لوٹ جا۔

ثاقب سے مراد روشن ہے(3)۔ اس معنی میں شہاب ثاقب ہے۔ باب یوں چلایا جاتا ہے ثقب یثقب ثقبا وثقابۃ۔ جب وہ روشن ہو ثقوبه اس کی روشنی۔ عرب کہتے ہیں: أثقِب نارك اپنی آگ روشن کرے۔ شاعر نے کہا:

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 245
2۔ موطا امام مالک، کتاب الشعر، باب ما یؤمر بہ من التعوذ عند النوم وغیرہ، صفحہ 722
3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 246

أذاعَ به في النّاسِ حتىّ كأنّه بعلياءَ نارٌ أوقدتْ بثقُوبِ

وہ اس کے ذریعے لوگوں میں مشہور ہو گیا یہاں تک کہ گویا وہ بلند جگہ پر آگ ہے جسے لکڑیوں کے ساتھ روشن کیا گیا ہے۔
ثقوب سے مراد وہ باریک لکڑیاں ہیں جن کے ساتھ آگ روشن کی جاتی ہے۔ مجاہد نے کہا: ثاقب سے مراد روشن ہے۔ قشیری نے کہا: عمومی رائے یہ ہے کہ طارق اور ثاقب اسم جنس ہے اس سے عمومی معنی مراد لیا جاتا ہے جس طرح ہم نے مجاہد سے ذکر کیا ہے۔

وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ مقسم بہ کی عظمت شان کو بیان کرنے کے لیے اسے ذکر کیا گیا ہے۔ سفیان نے کہا: قرآن حکیم میں جہاں بھی وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ کے الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس بارے میں آگاہ کر دیا اور جہاں بھی وما یدریک فرمایا اس کے بارے میں آگاہ نہیں کیا۔

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ ؕ

''کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی محافظ نہ ہو''۔

قتادہ نے کہا حَافِظٌ سے مراد حفظہ ہیں جو تیرے رزق، تیرے عمل اور تیری اجل کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: اس سے مراد اس کا قرین ہے (1) جو اس کے اچھے برے عمل کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ جواب قسم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جواب اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ہے۔ امام ترمذی کے قول کے مطابق: یہاں قائل محمد بن علی ہے۔ ان مثقلہ سے مخففہ ہے اور ما تاکید یہ ہے تقدیر کلام یہ ہوگی اِن کلّ نفسٍ لَعَلَیْهَا حَافِظ۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی یہ ہے کوئی نفس نہیں مگر اس پر ایک نگہبان ہے جو آفات سے اسے محفوظ رکھتا ہے یہاں تک کہ اس کے حق میں جو مقدر ہوتا ہے اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ فراء نے کہا: اللہ تعالیٰ کی جانب سے محافظ ہے وہ اس نفس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ اس نفس کو مقادیر کے سپرد کر دیتا ہے؛ یہ کلبی کا قول ہے۔ ابوامامہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وُكِّل بالمؤمن مائة و ستون ملكا يُذَبُّون عنه مالم يقدر عليه۔ من ذلك البصر، سبعة أملاك يُذُبون عنه كما يذب عن قصعة العسل الذباب۔ ولو وُكِّل العبد إلى نفسه طرفة عين لا ختطفته الشياطين ہر مومن کے لیے ایک سو ساٹھ فرشتے مقرر کیے گئے ہیں جو اس سے ان چیزوں کو دور کرتے رہتے ہیں جو ان کے حق میں مقدر نہیں ہوتیں۔ لحہ بھر میں سات فرشتے اس کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں جس طرح شہد کے پیالے سے مکھیوں کو دور کیا جاتا ہے اگر انسان کو پلک جھپکنے کے عرصہ میں اس کے سپرد کر دیا جائے تو شیاطین اس کو اچک لیں۔

ابن عامر، عاصم اور حمزہ کی قراءت میں لما ہے یعنی کوئی نفس نہیں مگر اس پر ایک نگہبان ہے۔ یہ ہذیل کی لغت ہے ان کا قائل کہتا ہے: نَشَدتُك لما قمتَ میں نے تجھے بلایا جب میں کھڑا ہوا۔ باقی قراء نے اسے لما پڑھا ہے کہ یہ زائدہ ہے اور تاکید کے لیے ہے۔ اس آیت کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 246

اللهِ (رعد: 11) انسان کے لیے یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے ہیں اس کے آگے بھی اور اس کے پیچھے بھی وہ نگہبانی کرتے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حَافِظٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اگر نفس کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میسر نہ ہوتی تو وہ باقی نہ رہتا۔ ایک قول یہ کیا گیا: حَافِظٌ اس کا عقل ہے جو اسے اس کی مصلحتوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور اسے تکلیف دہ امور سے روکتا ہے(1)۔

میں کہتا ہوں: عقل اور دوسری چیزیں وسائل ہیں حقیقت میں حافظ اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا (یوسف: 64) اللہ تعالیٰ بہتر نگہبان ہے اور فرمایا: قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (الانبیاء: 42) آپ پوچھیے: (اے منکرو!) کون ہے جو نگہبانی کر سکتا ہے تمہاری رات بھر اور دن بھر خدائے رحمٰن سے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝

''سو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے، جو (مرد و زن کی) پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بے شک وہ اس کو پھر واپس لانے پر قادر ہے''۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ انسان سے مراد ابن آدم ہے اس کا ماقبل سے اتصال یہ ہے کہ انسان کو اپنے امر کی ابتدا کی طرف دیکھنے کا خصوصی حکم ہے یہاں تک کہ اسے علم ہو جائے جس ذات نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے اور اس کو بدلہ دینے پر قادر ہے پس وہ اعادہ اور جزاء کے دن کے لیے عمل کرے اور وہ اپنے محافظ پر کوئی ایسی چیز املاء نہ کرائے مگر جو اسے انجام کار خوش کرے۔ مِمَّ خُلِقَ یہ استفہام ہے معنی ہے اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا پھر فرمایا: خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ اس سے مراد مادہ منویہ ہے۔ دفق کا معنی پانی بہانا ہے۔ دفقتُ الماءَ أدْفُقُه دَفْقًا میں نے اسے بہایا تو وہ بہایا گیا ہو گیا۔ جس طرح سِرٌّ کاتم کا معنی ہے سِرٌّ مکتوم چھپایا گیا راز، کیونکہ یہ تیرے اس قول سے ماخوذ ہے: دُفِقَ الماءُ فعل مجہول ہے اور الماء اس کا نائب الفاعل ہے یہ نہیں کہتے: دَفَقَ الماء یہ جملہ بولتے ہیں: دَفَقَ الله روحه جب اس کے لیے موت کی دعا کی جائے۔ فراء اور اخفش نے کہا: مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ سے مراد ہے ایسا پانی جو رحم میں ٹپکایا گیا۔ زجاج نے کہا: اس کا معنی ہے من ماء ذی اندفاق جس طرح یہ کہا جاتا ہے: دارع، فارس اور نابل۔ یہ ذوفرس، ذودرع اور ذونبل کے معنی میں ہے؛ یہ سیبویہ کا نقطہ نظر ہے یعنی اسم فاعل کا وزن نسبت کے معنی میں ہے۔ الدافق سے مراد وہ پانی ہے جو قوت کی شدت کے ساتھ نکلے۔ اس سے مراد وہ پانی ہے جو مرد اور عورت کے پانی کا آمیزہ ہو، کیونکہ انسان ان دونوں پانیوں سے پیدا ہوتا ہے لیکن ان کے باہم ملنے کی وجہ سے ایک پانی بنا دیا گیا ہے۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے چکناہٹ والا۔

يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ۝ يَخْرُجُ کی ھو ضمیر سے مراد پانی ہے۔ صلب سے مراد پشت ہے اس میں چار لغتیں ہیں صُلْب، صُلُب، صَلَب اور صَالِب۔ پہلی دو کے ساتھ اسے پڑھا گیا ہے۔ اس معنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 246

قول ہے: تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ تجھے پشت سے رحم کی طرف نقل کیا جاتا رہا۔

ترائب سے مراد سینہ ہے اس کا واحد تریبہ ہے یہ سینے کی وہ جگہ ہے جہاں ہار ہوتا ہے۔ شاعر نے کہا:

مُهَفْهَفَة بيضاء غيرُ مُفَاضَةٍ ترائبُها مصقولةٌ كالسَّجَنْجَلِ

وہ تھوڑے گوشت والی سفید رنگت والی، ڈھیلے پیٹ والی نہیں اس کے سینے کی ہڈیاں یوں صیقل شدہ ہیں جیسے سونے کا پانی۔

صلب مرد کی اور ترائب عورت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ترائب سے مراد ہار لٹکانے کی جگہ ہے(1)۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: اس سے مراد پستانوں کے درمیان کی جگہ ہے۔ عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ترائب المرأۃ سے مراد دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور دونوں آنکھیں ہیں(2)؛ ضحاک نے بھی یہ کہا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد گردن ہے۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد کندھوں اور سینے کے درمیان کی جگہ ہے(3)۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: اس سے مراد سینہ ہے(4)۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ ہنسلی کی ہڈیاں۔ ابن جبیر نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ترائب سے مراد اس جانب کی چار پسلیاں ہیں۔ زجاج نے کہا: ترائب سے مراد سینے کی دائیں جانب کی چار پسلیاں ہیں اور چار پسلیاں بائیں جانب کی ہیں(5)۔ معمر بن ابی حبیبہ مدنی نے کہا: ترائب سے مراد دل کا نچوڑ ہے اس سے بچہ ہوتا ہے(6) کلام عرب میں مشہور یہ ہے کہ اس سے مراد سینے اور نحر کی ہڈیاں ہیں؛ درید بن صمہ نے کہا:

فإن تدبروا نأخذكم في ظهورِكم وإن تقبلوا نأخذكم في الترائب(7)

اگر تم پیٹھ پھیرو تو ہم تمہاری پشتوں پر وار کریں گے اور اگر تم سامنا کرو تو ہم تمہارے سینوں کی ہڈیوں پر وار کریں گے۔

ایک اور شاعر نے کہا:

والزعفرانُ على ترائبِها شرِق به اللبات والنحرُ(8)

زعفران اس کے سینے کی ہڈیوں پر ہے جس سے قلادہ اور نحر کی جگہ بھری ہوئی ہے۔

عکرمہ نے کہا: ترائب سے مراد سینہ ہے، پھر یہ شعر پڑھا:

نظامُ دُرٍ على ترائبها

موتیوں کا ہار اس کے سینے پر ہے۔

ذو رمہ نے کہا:

ضَرَجْنَ البرود عن ترائب حُرّة

ضرجن کا معنی ہے انہوں نے پھاڑا۔ اس میں ضرحن بھی مروی ہے یعنی انہوں نے پھینکا۔ صحاح میں ہے: تریبہ، ترائب کا واحد ہے یہ سینے کی ہڈیاں ہیں جو ہنسلی اور شندوہ کے درمیان ہوتی ہیں۔

جوہری کے علاوہ دوسرے علماء سے یہ مروی ہے کہ شندوہ مرد کا وہی عضو ہے جو عورت کا پستان ہوتا ہے۔ اصمعی نے کہا:

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 247 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً 8۔ ایضاً

شند وہ یہ پستان کے گاڑھنے کی جگہ ہے۔ ابن سکین نے کہا: اس سے مراد وہ گوشت ہے جو پستان کے اردگرد ہوتا ہے۔

تفسیر میں ہے: مرد کے پانی سے پیدا ہوتا ہے جو اس کی پشت یعنی ہڈی اور پٹھے سے نکلتا ہے اور عورت کے پانی سے پیدا ہوتا ہے جو اس کے سینے کی ہڈیوں یعنی گوشت اور خون سے نکلتا ہے؛ یہ اعمش کا قول ہے سورۂ آل عمران میں ایک مرفوع حدیث گزر چکی ہے اور سورۃ الحجرات آیت 13 میں اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مرد کا پانی دماغ سے نازل ہوتا ہے پھر خصیتین میں جمع ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ کے معارض نہیں؛ کیونکہ اگر یہ دماغ سے اترتا ہے تو ریڑھ کی ہڈی اور سینے سے گزر کر ہی آتا ہے۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے یہ مرد کی ریڑھ کی ہڈی اور عورت کے سینے کی ہڈیوں میں سے نکلتا ہے۔ فراء نے کہا: اس کی مثل عربوں سے منقول ہے اس وجہ سے مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ کا معنی یہ ہوگا ریڑھ کی ہڈی سے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: وہ مرد کی ریڑھ کی ہڈی اور مرد کے سینے کی ہڈیوں سے عورت کی ریڑھ کی ہڈی اور اس کے سینے کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ پھر ہم جانتے ہیں کہ نطفہ بدن کے تمام اجزاء سے جنم لیتا ہے اس وجہ سے بچہ اکثر اپنے والدین کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہی حکمت ہے کہ مادہ منویہ کے نکلنے کی صورت میں تمام بدن کو دھویا جاتا ہے اور جو زیادہ جماع کرتا ہے اس کی پشت اور ریڑھ کی ہڈی میں درد ہوتا ہے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی پشت اس پانی سے خالی ہوتی ہے جس کو وہ پہلے روکے ہوئے تھی۔ اسماعیل نے اہل مکہ سے الصُّلُبِ کو لام کے ضمہ کے ساتھ نقل کیا ہے؛ عیسیٰ ثقفی سے بھی یہی مروی ہے۔ مہدوی نے یہ حکایت بیان کی ہے۔ جس نے یہ کہا کہ منی مرد کی پیٹھ اور اس کی سینے کی ہڈیوں سے نکلتی ہے تو اس صورت میں یَخْرُجُ کی ضمیر پانی کے لیے ہوگی۔ جس نے یہ کہا کہ مرد کی ریڑھ کی ہڈی اور عورت کے سینے کی ہڈیوں سے نکلتا ہے تو اس صورت میں ضمیر انسان کے لیے ہوگی۔ اسے الصلب بھی پڑھا گیا ہے۔ اس میں چار لغتیں ہیں۔ صُلْب، صُلُب، صَلَب اور صالب۔ عجاج نے کہا: فی صَلَبٍ مثلِ العِنانِ المُؤدَمِ۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہے:

تُنْقَلُ من صالبٍ الی رَحِمٍ

تجھے ریڑھ کی ہڈی سے رحم کی طرف منتقل کیا جاتا رہا۔ اشعار مشہور و معروف ہیں۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ مجاہد اور ضحاک نے اس طرح کہا ہے۔ ان دونوں سے یہ بھی مروی ہے: اس کا معنی ہے وہ پانی کو ریڑھ کی ہڈی میں لوٹانے پر قادر ہے؛ یہ عکرمہ کا قول ہے۔ ضحاک سے بھی اسی طرح کا قول مروی ہے کہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو پانی کی طرف لوٹانے پر قادر ہے جس طرح وہ پہلے تھا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ معنی ہے وہ انسان کو بڑھاپے سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے کی طرف لوٹانے پر قادر ہے (1)۔ مہدوی سے اسی طرح مروی ہے۔ ماوردی اور ثعلبی نے کہا: بچپنے کی طرف اور بچپنے سے نطفہ کی طرف لوٹانے پر قادر ہے (2)۔ حضرت ابن عباس، قتادہ، حسن بصری اور عکرمہ نے یہ بھی کہا: وہ انسان کو موت کے بعد لوٹانے پر قادر ہے (3)؛ یہ طبری کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔ ثعلبی نے کہا: یہ قول سب سے قوی

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 247 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ (الطارق) جس روز راز افشاں کر دیئے جائیں گے۔ ماوردی نے کہا: یہ احتمال موجود ہے کہ آخرت میں دوبارہ اٹھانے کے بعد وہ دنیا کی طرف لوٹانے پر قادر ہے کیونکہ کفار آخرت میں اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کریں گے کہ وہ انہیں دنیا میں بھیجے۔

یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾

''یاد کرو اس دن کو جب راز افشا کر دیئے جائیں گے''۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

لغوی تشریح

مسئلہ نمبر 1۔ یوم میں عامل کون ہے؟ جس نے یہ معنی کیا ہے وہ انسان کو دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے ان کے نزدیک اس کا عامل لَقَادِرٌ ہے رَجْعِهٖ کا لفظ اس میں عامل نہیں کیونکہ صلہ اور موصول کے درمیان ان کی خبر حائل ہے۔ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ میں جو دوسرے اقوال میں ان کے نزدیک یَوْمَ میں عامل فعل مضمر ہے لَقَادِرٌ اس میں عامل نہیں کیونکہ یوم سے مراد دنیا میں ہے۔

تُبْلَى کا معنی ہے امتحان اور آزمائش لی جائے گی؛ ابو الغول طہوی نے کہا:

ولا تبلى بسالتهم وان هم صلوا بالحرب حينا بعد حين

ان کی شجاعت نہ پہچانی گئی اگرچہ وہ جنگ میں لحہ بہ لحہ داخل ہوئے۔

اسے تَبلَى بسالتهم روایت کیا گیا ہے جس نے اسے تُبلی روایت کیا ہے اس نے اس کا معنی امتحان لینا کیا ہے اس روایت کی صورت میں اس کا معنی کراہت ہوگا۔ گویا یہ کہا: اس میں ان کی ناپسندیدگی نہ پہچانی گئی۔ اور تُبلی تُعرف کے معنی میں ہے؛ راجز نے کہا:

قد كنتَ قبلَ اليوم تَزْدَرِيني فاليومَ أَبلُوكَ وتَبْتَلِيني

تو آج سے قبل میری ہتک کیا کرتا تھا آج میں تجھے پہچانوں گا اور تو مجھے پہچانے گا۔

جس نے اسے تَبلی روایت کیا ہے معنی یہ ہوگا وہ جنگ سے کمزور نہیں پڑتے اگرچہ ان پر جنگ کئی بار واقع ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سخت مشکلات انسان پر بار بار واقع ہوں تو اسے کمزور کر دیتی ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے اس کے مخفی اسرار عیاں اور ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ اس سے مراد ہر وہ اچھائی یا برائی ہے (1) جسے انسان پوشیدہ رکھتا ہے اور ایمان و کفر میں سے جسے پوشیدہ رکھتا ہے اسے ظاہر کر دیا جائے گا جس طرح احوص نے کہا:

سَيَبقَى لها في مُضمَرِ القلبِ والحَشَا سريرةُ ودٍّ يومَ تُبلَى السَّرائِرُ (2)

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 248

2۔ ایضاً

اس کے لیے دل اور پیٹ میں اس وقت تک مخفی محبت رہے گی جس روز راز عیاں کر دیئے جائیں گے۔

سرائر سے کیا مراد ہے؟

مسئلہ نمبر 2۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: ائتمن الله تعالى خلقه على أربع: على الصلاة والصوم والزكاة والغسل وهي السرائر التي يختبر الله عزوجل يوم القيمة۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق (انسانوں) کو چار چیزوں پر امین بنایا ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور غسل یہی وہ راز ہے جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز افشا کرے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثلاث من حافظ عليها فهو ولي الله حقا ومن اختانهن فهو عدو الله حقا: الصلاة والصوم والغسل من الجنابة تین چیزیں ایسی ہیں جس نے ان پر دوام اختیار کیا تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور جس نے ان تینوں چیزوں میں خیانت کی وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے نماز، روزہ اور جنابت کا غسل؛ ثعلبی نے یہ ذکر کیا ہے۔ ماوردی نے زید بن اسلم سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''امانتیں تین ہیں نماز، روزہ اور جنابت (1)۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نماز پر امین بنایا ہے اگر چاہے تو کہے میں نے نماز پڑھی ہے جب کہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو روزے پر امین بنایا ہے اگر چاہے تو کہے میں نے روزہ رکھا ہے جب کہ اس نے روزہ نہ رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جنابت پر امین بنایا ہے اگر چاہے تو کہے میں نے غسل کر لیا ہے جبکہ اس نے غسل نہ کیا ہو چاہو تو یہ آیت پڑھو یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۞ یہ ثعلبی نے عطا سے نقل کیا ہے۔ امام مالک نے اشہب سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے فرمان یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۞ کے بارے میں پوچھا اور کہا: کیا آپ کو یہ بات پہنچی ہے کہ وضو بھی رازوں میں سے ایک راز ہے؟ فرمایا: لوگ جو کہتے ہیں ان میں سے یہ بات مجھے بھی پہنچی ہے جہاں تک حدیث جسے میں بیان کرتا ہوں اس میں یہ چیز نہیں۔ نماز رازوں میں سے ایک راز ہے، روزہ رازوں میں سے ایک راز ہے اگر چاہے تو کہے میں نے نماز پڑھی ہے جب کہ اس نے نماز نہ پڑھی تھی رازوں میں سے وہ چیز بھی ہے جو دلوں میں ہے جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ بندوں کو جزا دیتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا شہید کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں مگر امانت، وضو امانت میں سے ہے، نماز اور زکوٰۃ امانت میں سے ہیں، ودیعت امانت میں سے ہے۔ ان سب میں سے شدید ودیعت ہے قیامت والے دن ودیعت کو اس کے لیے ایک مثالی شکل میں ظاہر کیا جائے گا اور اس ودیعت کو جہنم کی گہرائی میں ڈال دیا جائے گا پھر اسے کہا جائے گا: اس ودیعت کو نکالو، وہ اس کے پیچھے جائے گا اور اسے اپنی گردن میں رکھ لے گا جب اسے امید ہو گی کہ وہ اس سے نکل جائے گا تو وہ ودیعت اس سے پھسل جائے گی وہ پھر اس کے پیچھے جائے گا یہ سلسلہ کئی زمانوں تک جاری رہے گا۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا: امانت میں سے یہ بھی ہے کہ عورت۔ اشہب نے کہا: مجھے سفیان نے کہا حیض اور حمل میں۔ اگر وہ کہے: مجھے حیض نہیں آیا، کہا: میں حاملہ ہوں، تو اس کی تصدیق کی جائے گی جب تک وہ کوئی ایسی چیز نہ لائے جس کے بارے میں معروف ہو کہ وہ جھوٹی ہے۔ حدیث طیبہ میں ہے ''جنابت کا غسل امانت ہے''۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 248

قیامت کے روز ہر مخفی راز کو ظاہر کر دے گا کچھ ان میں سے چہروں میں زینت ہوں گے اور کچھ ان میں سے چہروں میں عیب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر شئی کو جاننے والا ہے لیکن فرشتوں اور مومنوں کی علامات ظاہر ہیں۔

فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝

"پس نہ خود اس میں زور ہوگا اور نہ کوئی (دوسرا) مددگار ہوگا"۔

انسان میں کوئی قوت نہ ہوگی جو اس کو محفوظ رکھے اور نہ ہی مددگار ہوگا جو اس کی اس معاملہ میں مدد کرے جو اس پر مصیبت نازل ہوئی ہے۔

عکرمہ سے اس کی تفسیر میں یہ قول مروی ہے: ان سے مراد بادشاہ ہیں جن میں قیامت کے روز نہ ایسی طاقت ہوگی جس کے ذریعے وہ اپنا دفاع کر سکیں اور نہ ایسا مددگار ہوگا جو ان کی مدد کرے۔ سفیان نے کہا: قوۃ سے مراد قبیلہ ہے اور ناصر سے مراد حلیف ہے (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ سے مراد ہے کہ اس کے بدن میں کوئی قوت نہیں (2) اور نَاصِرٍ سے مراد ہے کہ کوئی اور مددگار نہیں جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ رہ سکے۔ قتادہ کے قول کا بھی یہی مقصود ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝

"قسم ہے آسمان کی جس سے بارش برستی ہے اور زمین کی جو (بارش سے) پھٹ جاتی ہے بلاشبہ یہ قرآن قول فیصل ہے اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے۔ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی تدبیر فرما رہا ہوں"۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ قسم ہے آسمان کی جو بارش والا ہے (3) ہر سال بارش کے بعد بارش لاتا ہے؛ عام مفسرین نے یہی کہا ہے۔ اہل لغت نے یہ کہا ہے: الرَّجْعِ کا معنی بارش ہے۔ انہوں نے عمدہ چیز چننے والے کے لیے شعر کہا وہ ایسی تلوار کی صفت بیان کرتا ہے جس کو اس نے پانی سے تشبیہ دی:

أَبيضُ كالرجعِ رَسُوبٌ إذا ما ثاخ فی مُحْتَفَلٍ يَخْتَلِی

سفید رنگت والی تلوار بارش کی مانند ہے جسم میں گہرائی تک جانے والی ہے جب وہ دھنس جائے جسم کے موٹے حصے میں جبکہ وہ اسے کاٹ رہی ہو۔

ثاخت قدمہ فی الوحل تثوخ و تثیخ قدم کیچڑ میں غائب ہوگیا۔

خلیل نے کہا: رجع کا معنی بارش ہے۔ رجع کا معنی زمین کی نباتات بھی ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ذَاتِ الرَّجْعِ سے مراد نفع والا۔ بارش کو اوب بھی کہتے ہیں جس طرح اسے رجع کہتے ہیں۔ شاعر نے شعر میں اوب سے مراد بارش لی ہے:

رَبّاءُ شمّاءُ لایأوِی لِقُلّتِها إلّا السحابُ وإلّا الأَوْبُ والسَّبَلُ

عبدالرحمن بن زید نے کہا: سورج، چاند اور ستارے، آسمان میں لوٹتے ہیں ایک طرف سے طلوع ہوتے ہیں اور دوسری

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 248 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

طرف میں غائب ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد فرشتوں والا ہے کیونکہ وہ بندوں کے اعمال لے کر آسمان کی طرف لوٹتے ہیں(1)۔ یہ قسم ہے۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ یہ ایک قسم ہے۔ یعنی زمین، نباتات، درختوں، پھلوں اور نہروں سے پھٹتی ہے اس کی مثل **ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝** (عبس) پھر ہم نے زمین کو پھاڑا۔ صدع کا معنی پھاڑنا ہے کیونکہ وہ زمین کو پھاڑتی ہے پس زمین اس کے ساتھ پھٹ جاتی ہے گویا کلام یوں کی گئی ہے: قسم ہے زمین کی جو نباتات والی ہے، کیونکہ نباتات زمین کو پھاڑتے والی ہے۔ مجاہد نے کہا: قسم ہے زمین کی جو راتوں والی ہے جسے پیدل چلنے والے پھاڑتے ہیں(2)۔ ایک قول یہ کیا گیا: وہ کھیتی والی ہے کیونکہ کھیتی اسے پھاڑتی ہے(3)۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ مردوں والی ہے کیونکہ دوبارہ اٹھانے کے لیے ان مردوں سے اسے پھاڑا جائے گا(4)۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ یہ جواب قسم ہے یعنی قرآن حق اور باطل میں فرق کرتا ہے(5)۔ کتاب کے مقدمہ میں یہ گزر چکا ہے جسے حارث نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''یہ ایسی کتاب ہے جس میں پہلوں کی خبریں ہیں اور مابعد کا حکم ہے، یہ فیصلہ کن ہے، ان میں سے کوئی بھی ہنسی مذاق نہیں۔ جبار میں سے جس نے بھی اسے ترک کیا اللہ تعالیٰ اسے توڑ کر رکھ دے گا جس نے کسی اور میں ہدایت کو چاہا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا''۔ ایک قول یہ کیا گیا: **لَقَوْلٌ فَصْلٌ** سے مراد اس سورت میں جو وعید گزری (6) وہ ہے **اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝**

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ یعنی قرآن حکیم باطل اور کھیل نہیں۔ ہزل بامقصد کی ضد ہے۔ یوں اس کا باب چلتا ہے ہَزَلَ، یَهْزِلُ۔ کمیت نے کہا: یُجِدُّ بِنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ وَنَهْزِلُ ہر روز ہمارے ساتھ بامقصد بات کی جاتی ہے جب کہ ہم ہنسی مذاق کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ اللہ کے دشمن، حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ مکر و فریب کرتے ہیں اور میں ان کے مکر کی انہیں جزا دیتا ہوں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں غزوہ بدر کے موقع پر قتل اور قید کی صورت میں دی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کید اللہ سے مراد ان کے ساتھ استدراج ہے جسے وہ نہ جانتے تھے۔ سورۂ بقرہ میں اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ (البقرہ:15) کے ضمن میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

''پس آپ کفار کو (تھوڑی سی) مہلت اور دے دیں کچھ وقت انہیں کچھ نہ کہیں''۔

یعنی کفار کو مہلت دیں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کی جلد ہلاکت کا سوال نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جو تدبیر فرماتا ہے اس پر راضی ہو جائیں، پھر یہ آیت **فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ** (توبہ:5) مشرکوں کو جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو؛

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 248 | 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 249 | 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً | 6۔ ایضاً

سے منسوخ ہوگئی۔

اَمۡهِلۡهُمۡ یہ تاکید ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہے جس طرح نزل اور أنزل کا معنی ایک ہے أمهله یعنی اسے مہلت دیجئے۔ اس کا اسم مهلة ہے استمهال کا معنی الاستنظار ہے۔ تمهل فی أمره یعنی اس امر میں آہستگی کا رویہ اپنایا۔ اتمهل اتمهلالا۔ اعتدال کا مظاہرہ کیا۔ اس کا معنی سکون اور شگفتگی بھی ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: مهلا یا فلان، اے فلاں! نرمی اور سکون سے کام لو۔

رُوَيۡدًا کا معنی قریب ہے؛ یہ حضرت ابن عباس کا نقطہ نظر ہے (1)۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنی قلیل ہے (2) تقدیر کلام یہ ہوگی أمهلهم إمهالا قليلا۔ کلام عرب میں الروید یہ رود کی تصغیر ہے؛ ابو عبید نے یہی کہا ہے؛ یہ شعر پڑھا:

كأنها ثَمِلٌ يمشي على رُوَدٍ گویا وہ شراب سے مخمور ہے اور نرمی سے چل رہا ہے۔

رُوَيۡدًا کی تفسیر آہستگی ہے۔

رویدك کا معنی ہے تو نرمی کر کیونکہ کاف اس وقت داخل ہوتا ہے جب یہ افعل کے معنی میں ہو، دال کو نصب اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے اس کو نصب مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے ہے یہ اسم مصغر ہے اور مامور بہ ہے کیونکہ یہ ارواد کی ترخیم کی تصغیر ہے۔ یہ أَرۡوَدَ، یُرۡوِدُ کا مصدر ہے اس کی چار صورتیں ہیں: اسم مفعل، صفت، حال اور مصدر۔ اس کا اسم جیسے روید عمرا یعنی عمرو کو مہلت دو۔ صفت جیسے ساروا سیرا رویدا۔ وہ آہستہ چلے حال جیسے سار القوم رویدا جب یہ معرفہ کے ساتھ متصل ہو تو رویدا اس کا حال ہوتا ہے۔ مصدر جیسے روید عمرو، جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَضَرۡبَ الرِّقَابِ (محمد: 4) یہ سب اقوال جوہری کے ہیں۔ آیت میں ان وجوہ میں سے یہ مصدر کی صفت ہوسکتا ہے یعنی امهالا رویدا۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ حال ہو۔ یعنی امهلهم غير مستعجل لهم العذاب۔ انہیں مہلت دیجئے عذاب میں جلدی نہ کیجئے۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 250 2۔ ایضاً